مسئلہ اجتماع عیدین

یعنی اگر عید اور جمعہ ایک روز جمع ہو جائیں تو نماز جمعہ کا کیا حکم ہے؟

تحریر
مفتی عمر امین الٰہی
مدرسہ شیخ حمزہ مخدومؒ خلیل کالونی، صورہ سری نگر کشمیر

ناشر
حضرت امیر کبیرؒ اکیڈمی
خلیل کالونی، صورہ سری نگر کشمیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ اجتماع عیدین

حامدا و مصلیا و مسلما:

آج کل یہ بات عمومی گفتگو کا حصہ بن چکی ہے کہ امسال عید جمعہ کے دن آسکتی ہے، اس لیے کچھ حضرات کو کتب احادیث میں موجود چند روایات سے غلط فہمی ہوئی ہے کہ شاید ہمیں صرف نماز عید پڑھنی ہے، نماز جمعہ ہم سے ساقط ہے۔ اس مضمون میں ہم جمہور علماء امت کا صحیح موقف پیش کرنے اور ان روایات کی سندی حیثیت اور صحیح مفہوم بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان شاء اللہ

روایات پر بحث اور ائمہ دین کا اس بارے میں موقف بیان کرنے سے پہلے تمہیداً کچھ باتیں پیش خدمت ہیں:

(۱) سب سے پہلے یہ جان لیں کہ نماز جمعہ فرض عین ہے، اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے کیوں کہ اس کا ثبوت نص قطعی، سنت نبوی اور اجماع امت سے ہے، چنانچہ قرآن کریم میں (سورۃ الجمعۃ آیت نمبر ۶۲) میں اللہ تعالیٰ نے اذان جمعہ کے بعد سب کام ترک کر کے نماز ادا کرنے کا قطعی حکم فرمایا ہے، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں کو جمعہ چھوڑ دینے سے سختی سے روکا جائے ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے قلوب پر مہر لگا دیں گے، پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔ (مسلم ۲/۵۹۱)، نیز نماز جمعہ کے فرض ہونے پر پوری امت کا اجماع بھی ہے۔

اور عید کی نماز ہجرت کے پہلے سال مشروع ہوئی، پہلی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے سنہ ۲ھ میں عیدالفطر کی نماز ادا فرمائی اس کے بعد سے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ دونوں میں دو رکعت نماز اس کے بعد خطبہ کا اہتمام بلا اذان و اقامت فرماتے رہے۔ (متفق علیہ) لیکن دلائل کی روشنی میں وہ فرض عین نہیں ہے، واجب ہے۔

(۲) دوسری بات یہ جان لیں کہ نماز عید واجب یا سنت ہے اور نماز جمعہ فرض ہے، اور شریعت کا اصول ہے کہ فرض کا بدل فرض اور سنت کا بدل سنت ہوگا، نیز یہ بھی مسلمہ و متفقہ اصول ہے کہ بدل کا بدل نہیں ہوا کرتا، جیسے وضوء کا بدل تیمم ہے اور پھر تیمم کا کوئی بدل نہیں، اگر یہ بات مان لی جائے کہ نماز عید نماز جمعہ کا بدل ہے تو یہ ان دونوں مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے، کیوں کہ نماز عید سنت اور نماز جمعہ فرض ہے، سنت کسی فرض کا بدل نہیں ہوسکتی، نیز نماز جمعہ نماز ظہر کا بدل ہے اب نماز عید، نماز جمعہ کا بدل کیسے ہوسکتی ہے؟۔

(۳) تیسری بات یہ جان لیں کہ نبی کریم ﷺ سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے ایسے موقعہ پر نماز جمعہ چھوڑ دی ہو، بلکہ نسائی اور ترمذی میں موجود حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایسی صورت حال ہوتی (یعنی عید جمعہ کے دن پڑتی) تو آپ ﷺ دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر پڑھ لیتے، چنانچہ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عیدین اور جمعہ میں پہلی رکعت میں سبح اسم ربک اور دوسری رکعت میں ھل اتاک حدیث الغاشیۃ پڑھا کرتے تھے اور کبھی عید اور جمعہ ایک ہی دن جمع ہو جاتے تو بھی آپ ﷺ عید اور جمعہ میں ان ہی دونوں سورتوں کو پڑھا کرتے تھے۔ (ابوداؤد حدیث نمبر ۱۱۲۴)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے دن نماز جمعہ ترک نہیں فرماتے تھے۔

(۴) چوتھی بات یہ بھی جان لیں کہ اگر ان روایات کو صحیح بھی تسلیم کیا جائے (حالاں کہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ اگلی سطور سے واضح ہوگا) تو ان میں سقوط و عدم سقوط یعنی نماز جمعہ کے ساقط ہونے یا نہ ہونے کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ لوگوں کو اگرچہ پڑھنے نہ پڑھنے کا اختیار دیا گیا ہے لیکن خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تخییر کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ''انامجمعون'' بیشک ہم تو جمعہ پڑھیں گے۔

ان چار باتوں کو ذہن نشین کر لینے کے بعد یاد رکھیں کہ اس قسم کی چار روایات کتب احادیث میں آئی ہیں۔

پہلی حدیث: حضرت زید بن ارقمؓ

عن ایاس بن ابی رملة الشامی قال شهدت مع معاوية بن سفيان رضی اللہ عنہ وهو يسال زيد بن ارقم رضی اللہ عنہ قال اشهدت مع رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عيدين اجتمعا فی يوم قال نعم قال فكيف صنع؟ قال صلى العيد ثم رخص فی الجمعة فقال من شاء ان يصل فليصل

(اخرجہ الامام ابوداؤد فی سننہ برقم ۱۰۷۲)

ایاس بن رملہ کہتے ہیں کہ میں حضرت معاویہؓ کے پاس تھا اور وہ حضرت زید بن ارقمؓ سے پوچھ رہے تھے، کیا آپ ایسے دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے جب دو عیدیں (عید اور جمعہ) جمع ہوگئیں تو انہوں نے فرمایا: ہاں، حضرت معاویہؓ نے فرمایا: تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کیا؟ حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز

عید پڑھائی پھر جمعہ کے بارے میں رخصت دی اور فرمایا جو پڑھنا چاہے اسے چاہئے کہ پڑھ لے۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی ''اسرائیل بن یونس'' ہے جسے امام ابن المدینیؒ، امام ابن حزمؒ نے ضعیف قرار دیا ہے، اور امام عبدالرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں:

اسرائیل لص یسرق الحدیث

کہ یہ راوی چور ہے حدیثیں چرایا کرتا تھا۔

(تہذیب الکمال ۲ / ۵۲۲ تہذیب التہذیب ۱ / ۲۶۳)

نیز اس روایت میں ایک دوسرا راوی ''ایاس بن ابی رملہ شامی'' ہے جسے امام ابن المنذرؒ، امام یحیٰی بن سعید القطانؒ، امام ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے مجہول قرار دیا ہے۔

(الوہم والایہام ۴ / ۲۰۴، تہذیب التہذیب ۱ / ۳۸۸)

نیز امام ابن المنذرؒ فرماتے ہیں:

هذا الحديث لا يثبت و اياس بن ابی رملة مجهول

(الوہم والایہام ۴ / ۲۰۴)

یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور ایاس بن رملہ مجہول ہے۔

نوٹ: معلوم ہوا کہ اس روایت کا ایک راوی ضعیف، اور دوسرا مجہول ہے جس کی بنیاد پر یہ حدیث ضعیف ہے۔

دوسری حدیث: حضرت ابوھریرہؓ

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انه قال قد اجتمع فی یومکم هذا عیدان فمن شاء اجزأه من الجمعة و انا مجمعون

(اخرجہ الامام ابوداؤد فی سننہ برقم ۱۰۷۵، وابن ماجہ فی سننہ برقم ۱۳۱۱)

حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج کے دن میں تمہارے لیے دو عیدیں جمع ہوگئیں ہیں، جو چاہے تو اسے عید کی نماز کافی ہے اور ہم بے شک جمعہ پڑھیں گے۔

امام خطابیؒ فرماتے ہیں: فی اسنادہ مقال اس کی سند میں کلام ہے۔

(معالم السنن ۲/۱۱)

اس روایت کی سند میں ایک راوی "بقیہ بن ولید" ہے، ان کے بارے میں امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں: یکتب حدیثه و لا یحتج به اس کی حدیثیں لکھی تو جائیں گی البتہ وہ قابل احتجاج و استدلال نہیں ہوں گی۔

امام ابومسہر الغسانیؒ فرماتے ہیں:

بقیة لیست احادیثه نقیة فکن منها علی تقیة

بقیہ بن ولید کی حدیثیں صحیح نہیں ان سے بچ کر رہو۔

(تہذیب الکمال ۴/۱۹۸)

امام ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں:

لا احتج ببقیة حدثنی احمد بن الحسن الترمذی سمعت احمد بن حنبل یقول: توهمت ان بقیة لا یحدث المناکیر الا عن المجاهیل فاذا هو یحدث

المنا کیر عن المشاهیر فعلمت من این اتی، قلت اتی من التدلیس

میں بقیہ سے احتجاج نہیں کرتا ہوں، مجھ سے احمد بن حسن ترمذی نے بیان کیا کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو فرماتے ہوئے سنا: مجھے وہم تھا کہ بقیہ صرف مجہول راویوں سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے، پس جب وہ مشہور محدثین سے منکر روایتیں بیان کرنے لگا تو میں جان گیا کہ وہ تدلیس کرتا ہے۔

امام عقیلیؒ فرماتے ہیں:

صدوق اللهجة الا انه یاخذ عمن اقبل و ادبر فلیس بشیء

بات کا تو سچا ہے لیکن حدیث آگے پیچھے (یعنی ہر کسی) سے لیتا ہے لہٰذا وہ کچھ بھی نہیں۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:

اجمعوا علی ان بقیة لیس بحجة

محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ بقیہ حجت نہیں ہے۔

(تہذیب التہذیب ۱/۴۷۶)

نیز یہ راوی مدلس بھی ہے اور تدلیس تسویہ میں مشہور ہے یعنی اپنے شیخ کے ضعیف شیخ کو چھپاتا بھی ہے اور تحدیث کی تصریح بھی کرتا ہے اور یہ بدترین تدلیس ہے جو کہ متفقہ طور پر حرام ہے۔

علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں:

هذا الحدیث لم یروه عن شعبة فیما علمت احد من الثقات، و انما رواه بقیة بن الولید و لیس بشئی فی شعبة اصلاً، و روایته عن اهل بلده فیها کلام، و اکثر اهل

العلم یضعفون بقیة عن الشامیین و غیرھم، و لہ مناکیر، و ھو ضعیف لیس ممن یحتج بہ۔

(التمہید ۱۰/۲۳۹)

اس روایت کو شعبہ سے کسی بھی ثقہ نے روایت نہیں کیا ہے، اسے بقیہ بن ولید نے روایت کیا ہے اور وہ شعبہ سے روایت کرنے میں کچھ بھی نہیں، اس کی اہل بلد (یعنی شامیوں) سے روایت کے بارے میں کلام ہے، اکثر اہل علم بقیہ کو شامیوں وغیر شامیوں کی روایت میں ضعیف قرار دیتے ہیں، اور اس کی بہت ساری منکر روایتیں بھی ہیں، اور وہ ایسا ضعیف ہے جو قابل احتجاج نہیں۔

معلوم ہوا کہ بقیہ بن ولید باوجود اس کے کہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہے، لیکن اسے ضعیف و مدلس بھی قرار دیا گیا ہے نیز بقیہ یہاں (عمر بن حفص الوصابی کی روایت میں) عنعنہ سے روایت کرتا ہے اور اصول حدیث کا مشہور قاعدہ ہے کہ عنعنة المدلس لیس بقبول

اس روایت میں ایک دوسرا راوی ''محمد بن مصفیٰ'' بھی ہے جو منکر رواتیں بھی بیان کرتا تھا اور تدلیس تسویہ بھی کرتا تھا۔

(تہذیب التہذیب ۹/۴۶۱)

اور ابن ماجہ کی سند میں وہ حضرت ابوھریرہؓ کے بجائے حضرت ابن عباسؓ کا تذکرہ کرتا ہے۔

اس روایت میں ''مغیرہ بن مقسم الضبی'' بھی ہے جو مدلس ہے۔ اس کی متابعت اگرچہ ''زیاد البکائی'' کر رہا ہے لیکن وہ بھی متکلم فیہ ہے۔

(تہذیب التہذیب ۱۰/۲۷۰)

نوٹ: خلاصہ یہ کہ یہ روایت بھی ضعیف ہے کیوں کہ اس روایت میں بقیہ ضعیف اور مدلس ہے، اور دوسرا راوی محمد بن مصفی بھی منکر الحدیث اور مدلس ہے، اور تیسرا راوی مغیرہ بن مقسم بھی مدلس ہے۔

تیسری حدیث: حضرت ابن عمرؓ

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال اجتمع عیدان علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصلی بالناس ثم قال من شاء ان یاتی الجمعة فلیأتها و من شاء ان یتخلف فلیتخلف

(رواہ ابن ماجہ فی سننہ برقم ۱۳۱۲ وتفرد بہ)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں دو عیدیں جمع ہوگئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی پھر فرمایا تم میں سے جو جمعہ پڑھنا چاہے تو آجائے اور جو گھر رہنا چاہے تو گھر ہی رہے۔

اس روایت کو ابن ماجہ نے تنہا روایت کیا ہے، نیز اس میں ایک راوی ''جبارہ بن المغلس'' ہے جسے امام بخاریؒ نے مضطرب الحدیث، امام یحییٰ بن معینؒ نے کذاب اور امام دارقطنیؒ نے متروک کہا ہے۔

(تہذیب الکمال ۴/ ۴۹۲، تہذیب التہذیب ۲/ ۵۸)

نوٹ: معلوم ہوا یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

چوتھی روایت: حضرت عطاء بن ابی رباحؒ

عن عطاء بن ابی رباح علیہ الرحمہ قال صلی بنا ابن الزبیر فی یوم عید فی یوم جمعة اول النهار ثم رحنا الی الجمعة فلم یخرج الینا فصلینا وحدانًا و کان ابن عباس

بالطائف فلما قدم ذکر نا ذلک لہ فقال اصاب السنۃ

(رواہ ابوداؤد برقم ۱۰۷۳)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے مروی ہے کہ ہمیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جمعہ کے روز دن کے شروع حصہ میں نماز (عید) پڑھائی پھر ہم نماز جمعہ کے لیے گئے لیکن حضرت ابن زبیرؓ ہماری طرف نہیں نکلے تو ہم نے الگ الگ نماز پڑھی اور حضرت ابن عباسؓ طائف میں تھے، پس جب وہ لوٹے تو ہم نے ان سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا: ابن زبیرؓ نے سنت کو پالیا۔

اس روایت میں ایک راوی ''اسباط بن نصر'' ہے جو مختلف فیہ ہے امام ابو نعیمؒ، امام ابوزرعہؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، امام نسائیؒ نے غیر قوی اور امام ابن معینؒ نے لیس بشئی کہا ہے۔

(تہذیب الکمال ۲/ ۵۸،۳۵۹، تہذیب التہذیب ۱/ ۲۱۲)

نیز اس روایت میں اعمش مدلس بھی ہے اور وہ عنعنہ سے روایت کر رہا ہے۔

اس روایت کے ایک طریق میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے نماز عید کو مؤخر کیا اور خطبہ بھی نماز کے بعد پڑھا، نیز اس روایت میں یہ بھی نہیں ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ نے ظہر کی نماز بھی پڑھی یا نہیں ممکن ہے کہ کسی عذر کی بناء پر ان سے نماز جمعہ ساقط ہوگئی ہو اس لیے انہوں نے گھر ہی میں نماز ظہر ادا کی ہو۔

روایات سابقہ کا صحیح مفہوم

اوپر والی تفصیل سے ان چاروں روایتوں کی اسنادی حیثیت تو معلوم ہوگئی کہ یہ ضعیف روایات ہیں البتہ اگر روایات کو مجموعہ کے اعتبار سے قابل استدلال بھی قرار

دیا جائے پھر بھی ان سے نماز جمعہ کا ساقط ہو جانا معلوم نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اختیار دیدیا اور خود فرمایا کہ ہم تو جمعہ ادا کریں گے، اب یہ اختیار تمام لوگوں کے لیے تھا یا کچھ مخصوص افراد کے لیے تھا اس کی طرف بخاری شریف کی اس روایت سے روشنی پڑتی ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں بھی یہ صورت حال پیش آئی کہ عید جمعہ کے دن پڑ گئی تو حضرت عثمان غنیؓ نے نماز عید کے بعد فرمایا کہ ''اے لوگو! اس دن میں تمہارے لیے دو عیدیں جمع ہو گئیں ہیں پس اہل عوالی میں سے جو چاہے نماز جمعہ کا انتظار کرے اور جو چاہے کہ واپس گھر لوٹے تو ہماری طرف سے اجازت ہے۔

(بخاری شریف ۲/۱۵۸۹ برقم ۵۵۷۲)

اس روایت سے ان چاروں روایات کا مفہوم واضح ہوتا ہے کہ یہ اختیار صرف اہل عوالی (یعنی مدینہ منورہ سے تین چار میل سے آٹھ میل کے فاصلہ پر جو بستیاں تھیں، ان) کے لیے تھا، یعنی جو لوگ دور گاؤں اور دیہات سے آتے تھے، ان لوگوں کے لیے یہ حکم تھا، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان حضرات کو واپس لوٹتے شام بھی ہو جاتی اور ان حضرات پر جمعہ فرض بھی نہیں تھا کیوں کہ نماز جمعہ کے لیے ایک شرط ''شہر ہونا'' بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام ابن حزمؒ وغیرہم کے پیش نظر بھی یہ احادیث تھیں لیکن ان تمام حضرات نے ایسی صورت حال میں جب کہ عید جمعہ کے دن پڑ جائے دونوں نمازوں کو لازم و ضروری قرار دیا ہے، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد خاص امام محمد بن حسن شیبانیؒ اپنے استاذ محترم کا مسلک بیان فرماتے ہیں:

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفة: عیدان اجتمعا فی یوم واحد فالاول سنة والآخر فریضة ولا یترک واحدمنهما

(الجامع الصغیر ا/ ۱۱۳)

امام محمد، امام ابو یوسف سے اور وہ امام ابو حنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ دو عیدیں (جمعہ اور عید) ایک ہی دن میں جمع ہو جائیں تو پہلی (عید) سنت اور دوسری (جمعہ) فرض ہے ان دونوں میں سے کوئی بھی ترک نہیں کی جائے گی۔

امام خرشی مالکیؒ فرماتے ہیں:

اذاوا فق العید یوم جمعة فلایباح لمن شهدالعید داخل البلداو خارجه التخلف عن الجمعة والجماعة وان اذن له الامام فی التخلف علی المشهور اذلیس حقاله

(شرح الخرشی علی مختصر الخلیل ۲/ ۹۲)

جب عید جمعہ کے دن پڑ جائے تو جو شخص نماز عید میں حاضر ہو اس کے لیے نماز جمعہ اور جماعت سے دور رہنا جائز نہیں ہے، شہر کے اندر ہو یا باہر تیز اگر چہ امام نے اسے اجازت دی ہو کیوں کہ امام کو یہ حق ہی نہیں ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

واذا کان یوم الفطر یوم الجمعة صلی الامام العید حین تحل الصلاة ثم اذن لمن حضره من غیر اهل المصر ان ینصرفوا ان شاءوا الی اهلیهم ولا یعودون الی الجمعة والاختیار لهم ان یقیموا حتی یجمعوا او یعودوا بعد انصرافهم ان قدروا حتی یجمعوا وان لم یفعلوا فلاحرج ان شاءالله تعالیٰ ...... ولا یجوز

هذا لاحد من اهل المصر ان يدعوا ان يجمعوا الا من عذر يجوز لهم به ترك الجمعة وان كان يوم عيد...... وهكذا ان كان يوم اضحى، لا يختلف اذا كان ببلد يجمع فيه الجمعة ويصلى العيد

(کتاب الام ۱/۲۳۹)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: جب عید الفطر کا دن جمعہ کا دن ہو تو عید کی نماز امام پڑھائے، جس وقت نماز جائز ہو جاتی ہے، پھر جو شہر والے نہیں ہیں ان کو اجازت دیدے کہ وہ اگر چاہیں اپنے اہل کی طرف واپس چلے جائیں اور جمعہ پڑھنے کے لیے واپس نہ آئیں اور انہیں اختیار ہے کہ وہ جمعہ پڑھنے کے لیے ٹھہرے رہیں یا جانے کے بعد اگر قدرت ہو تو جمعہ پڑھنے کے لیے واپس آجائیں، اور جمعہ ادا کریں، اگر انھوں نے ایسا نہ کیا تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

نیز فرماتے ہیں: کسی شہری کے لیے جائز نہیں کہ بغیر کسی شدید عذر کے جمعہ ترک کرے اگرچہ عید ہی کا دن کیوں نہ ہو، اسی طرح عید الاضحیٰ کا حکم ہے، کسی اختلاف کے بغیر جب ایسے شہر میں ہو جہاں جمعہ جائز ہوتا ہے اور عید کی نماز پڑھی جاتی ہے، (یعنی جمعہ بھی پڑھے اور عید بھی پڑھے اور گاؤں دیہات والوں کے لیے اختیار ہے)۔

علامہ ابن المفلح حنبلیؒ فرماتے ہیں:

تسقط الجمعة اسقاط حضور لا وجوب فيكون حكمه كمريض ونحوه لا كمسافر ونحوه عمن حضر العيد مع الامام عند الاجتماع وذكر في الخلاف انه الظاهر من قول الشافعية فيمن كان خارج البلد ويصلى الظهر كصلاة اهل

الاعذار (وعنه) لاتسقط وكالامام (وعنه) تسقط عنه ايضا...... (وعنه) لاتسقط عن العدد المعتبر

(الفروع ۱/ ۱۳۴)

جوشخص اجتماع عیدین کی صورت میں امام کے ساتھ نماز عید میں حاضر ہو تو جمعہ میں حاضر ہونا ساقط تو ہوگا البتہ اس کا وجوب ساقط نہیں ہوگا (یعنی جو حاضر ہے اسے پڑھنا ضروری ہے، اور جو حاضر نہیں اس پر لازم نہیں) تو اس کا حکم مریض اور اس جیسا ہوگا نہ کہ مسافر اور اس جیسا، ''الخلاف'' میں مذکور ہے کہ شافعیہ کے قول سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے اس شخص کے حق میں جو شہر سے باہر ہو تو وہ شخص عذر والے لوگوں کی طرح نماز ظہر پڑھے گا، (اور امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ) اس سے جمعہ میں حاضر ہونا بھی ساقط نہیں ہوگا امام کی طرح، (یعنی جس طرح امام پر جمعہ میں حاضر ہونا ضروری ہے اسی طرح دیگر لوگوں کا حکم ہے)، (اور امام احمدؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ) اس سے جمعہ ساقط ہوگا............ (اور امام احمدؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ) عدد معتبر سے ساقط نہیں ہوگا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حنابلہ کی رائیں مختلف ہیں، ایک روایت جمہور کے ساتھ۔

علامہ مرداوی حنبلیؒ فرماتے ہیں:

وقوله: واذا وقع العيد يوم الجمعة فاجتزأ بالعيد وصلى ظهراً جاز: هذا المذهب بلاريب وعليه الاصحاب وهو من المفردات (وعنه) لايجوز، ولا بدمن صلاة الجمعة، فعلى المذهب انما تسقط الجمعة عنهم اسقاط حضور

لا وجوب، فیکون بمنزلة المریض لا المسافر والعبد، فلو حضر الجامع لزمته کالمریض وتصح امامته فیها وتنعقد به، حتی لو صلی العید اهل بلد کافة کان له التجمیع بلا خلاف۔

واما من لم یصل العید فیلزمه السعی الی الجمعة بکل حال، سواء بلغوا العدد المعتبر ام لم یبلغو، ثم ان بلغوا بانفسهم او حضر معهم تمام العدد لزمتهم الجمعة، وان لم یحضر معهم تمامه فقد تحقق عندهم...... وقال بعض اصحابنا: ان تتمیم العدد واقامة الجمعة ان قلنا تجب علی الامام؟ یکون فرض کفایة ولیس ببعید۔

قوله: "الا الامام" یعنی انه لا یجوز له ترکها، ولا تسقط عنه الجمعة وهذا المذهب، وهو ظاهر ما جزم به فی الخلاصة وقدمه فی الفروع واختاره المصنف وغیره، قال فی التلخیص: ولیس للامام ذلک فی اصح الروایتین، هذا الاظهر، وصححه ناظم المفردات (وعنه) تسقط عنه لعظم المشقة علیه، فهو اولی بالرخصة واختاره جماعة (وعنه) لا تسقط عن العدد المعتبر، قال فی التلخیص: وعندی ان الجمعة لا تسقط عن احد من اهل المصر بحضور العید ما لم یحضر العدد المعتبر وتقام اھ، قال ابن رجب فی القواعد: علی روایة عدم السقوط عن الامام یجب ان یحضر معه من تنعقد به تلک الصلاة، فتصیر الجمعة فرض کفایة تسقط بحضور اربعین... الخ

(الانصاف/ ۲۸۳)

علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ فرماتے ہیں:

ان الجمعة تسقط بالعيد و لا تصلى ظهرا و لا جمعة فقول بين الفساد، و ظاهر الخطا متروک مهجور لايعرج عليه

(التمہید ۱۰/۲۲۹)

یہ بات کہ جمعہ نماز عید کو ساقط کر دے گا اور نماز ظہر پڑھی جائے گی اور نہ جمعہ تو یہ قول واضح فساد اور ظاہر خطاء ہے، متروک ومہجور قول ہے، نا قابل التفات ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں:

واذا اجتمع عيد في يوم جمعة صلى للعيد ثم للجمعة و لابد

(المحلی رقم المسئلہ ۵۴۷)

اور جب عید جمعہ کے دن میں ہو تو نماز عید بھی پڑھے گا اور نماز جمعہ بھی اور ضروری ہے۔

ان تمام عبارات سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام ابن حزمؒ اور ایک روایت میں امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ اگر عید جمعہ کے دن پڑ جائے تو نماز عید کے ساتھ ساتھ نماز جمعہ بھی ادا کی جائے گی، البتہ شوافع کے ہاں اہل قریہ اور دیہات والوں کو اس بات کی رخصت دی جاسکتی ہے کہ وہ نماز عید کے بعد اپنے گھر جائیں کیوں کہ ایک تو ان پر نماز جمعہ فرض نہیں اور اگر وہ بعد الجمعہ اپنے گھر جائیں تو انہیں دیر سے پہنچنے کی وجہ سے تکلیف اور حرج ہوگا، اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ سے کئی طرح کی روایتیں مروی ہیں، کہ لوگوں سے جمعہ ساقط ہے امام سے نہیں، عمومی طور پر اس دن جمعہ فرض کفایہ ہے، اگر ایک جماعت جس کی تعداد تقریباً چالیس افراد ہو جمعہ ادا کریں تو بقیہ سے ساقط ہو جائے گا اور ایک روایت

جمہور کے ساتھ ہے۔

الغرض! اکثر فقہاء کرام نے ان تمام احادیث کو پیش نظر رکھ کر اس بات کو مختار قرار دیا ہے کہ اگر کبھی ایسی صورت پیش آجائے تو نماز عید اور نماز جمعہ دونوں ادا کی جائیں گی، لہٰذ تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ جہاں جہاں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے وہاں عید کے روز بھی جمعہ ادا کریں ورنہ ترک جمعہ کا وبال پوری بستی پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پوری امت مسلمہ کو اس عظیم گناہ سے بچائے اور شریعت پر مکمل عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حررہ

العبد العاصی الراجی الی عفور بہ الباری

عمر امین الٰہی

مدرسہ شیخ حمزہ مخدومؒ، خلیل کالونی، صورہ سری نگر کشمیر

حضرت امیر کبیرؒ اکیڈمی، خلیل کالونی، صورہ سری نگر کشمیر

umeramin313@gmail.com